افکار معاصرین

حدود ترمیمی بل کیا ہے؟ ایک مطالعہ

حال ہی میں ''تحفظ خواتین'' کے نام سے قومی اسمبلی میں جو بل منظور کرایا گیا ہے، اس کے قانونی مضمرات سے تو وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں جو قانونی باریکیوں کی فہم رکھتے ہوں، لیکن عوام کے سامنے اس کی جو تصویر پیش کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ حدود آرڈی نینس نے خواتین پر جو بے پناہ مظالم توڑ رکھے تھے، اس بل نے ان کا مداوا کیا ہے اور اس سے نہ جانے کتنی ستم رسیدہ خواتین کو سکھ چین نصیب ہوگا۔ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے، کہ اس بل میں کوئی بات قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہے۔

آیئے ذرا سنجیدگی اور حقیقت پسندی کے ساتھ یہ دیکھیں کہ اس بل کی بنیادی باتیں کیا ہیں؟ وہ کس حد تک ان دعووں کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں، پورے بل کا جائزہ لیا جائے تو اس بل کی جوہری باتیں صرف دو ہیں:

ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ زنا بالجبر کی جو سزا قرآن وسنت نے مقرر فرمائی ہے اور جسے اصطلاح میں ''حد'' کہتے ہیں اسے اس بل میں مکمل طور پر ختم کردیا گیا ہے، اس کی رو سے زنا بالجبر کے کسی مجرم کو کسی بھی حالت میں وہ شرعی سزا نہیں دی جاسکتی بلکہ اسے ہر حالت میں تعزیری سزا دی جائے گی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدود آرڈیننس میں جس جرم کو زنا موجب تعزیر کہا گیا تھا، اسے اب ''فحاشی'' کا نام دے کر اس کی سزا کم کردی گئی ہے اور اس کے ثبوت کو مشکل تر بنا دیا گیا ہے۔

اب ان دونوں جوہری باتوں پر ایک ایک کر کے غور کرتے ہیں:

زنا بالجبر کی شرعی سزا (حد) کو بالکلیہ ختم کر دینا واضح طور پر قرآن وسنت کے احکام کی خلاف ورزی ہے لیکن کہا یہ جارہا ہے کہ قرآن وسنت نے زنا کی جو حد مقرر کی ہے وہ صرف اس صورت میں لاگو ہوتی ہے جب زنا کا ارتکاب دو مرد و عورت نے باہمی رضامندی سے کیا ہو لیکن جہاں کسی مجرم نے کسی عورت سے اس کی رضامندی کے بغیر زنا کیا ہو، اس پر قرآن وسنت نے کوئی حد عائد نہیں کی۔

آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ یہ دعویٰ کس حد تک صحیح ہے؟

ا۔ قرآن کریم نے سورۃ النور کی دوسری آیت میں زنا کی حد بیان فرمائی ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾[النور:۲]

''جو عورت زنا کرے، اور جو مرد زنا کرے، ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

اس آیت میں ''زنا'' کا لفظ مطلق ہے جو ہر قسم کے زنا کو شامل ہے، اس میں رضامندی سے کیا ہوا زنا بھی داخل ہے اور زبردستی کیا ہوا زنا بھی۔ بلکہ یہ عقل عام کی بات ہے کہ زنا بالجبر کا جرم رضامندی سے کیے ہوئے

زنا سے زیادہ سنگین جرم ہے، لہٰذا اگر رضا مندی کی صورت میں یہ حد عائد ہو رہی ہے تو جبر کی صورت میں اس کا اطلاق اور زیادہ قوت کے ساتھ ہوگا۔

اگرچہ اس آیت میں ''زنا کرنے والی عورت'' کا بھی ذکر ہے لیکن خود سورۃ نور ہی میں آگے چل کر ان خواتین کو سزا سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جن کے ساتھ زبردستی کی گئی ہو، ان کیلئے قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنۡ يُّكۡرِهۡهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَا هِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾

''اور جوان خواتین پر زبردستی کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبردستی کے بعد (ان خواتین کو) بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

اس سے واضح ہو گیا کہ جس عورت کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو، اسے سزا نہیں دی جاسکتی، البتہ جس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اس کے بارے میں زنا کی وہ حد جو سورۃ نور کی آیت نمبر ۲ میں بیان کی گئی تھی، پوری طرح نافذ رہے گی۔

۲۔ سو کوڑوں کی مذکورہ بالا سزا غیر شادی شدہ اشخاص کیلئے ہے، سنت متواترہ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اگر مجرم شادی شدہ ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے سنگساری کی یہ حد جس طرح رضا مندی سے کیے ہوئے زنا پر جاری فرمائی، اسی طرح زنا بالجبر کے مرتکب پر بھی جاری فرمائی۔

''چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلی، راستے میں ایک شخص نے اس سے زبردستی زنا کا ارتکاب کیا، اس عورت نے شور مچایا تو وہ بھاگ گیا، بعد میں اس شخص نے اعتراف کر لیا کہ اسی نے عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اس شخص پر حد جاری فرمائی اور عورت پر حد جاری نہیں کی۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث اپنی جامع میں دو سندوں سے روایت کی ہے اور دوسری سند کو قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ [جامع ترمذی، كتاب الحدود، باب:۲۲، حديث: ۱۴۵۳، ۱۴۵۴]

۳۔ ''صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک غلام نے ایک باندی کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا تو حضرت عمرؓ نے مرد پر حد جاری فرمائی اور عورت کو سزا نہیں دی کیونکہ اس کے ساتھ زبردستی ہوئی تھی۔'' [صحیح بخاری، کتاب الاکراہ، باب:٦]

لہٰذا قرآن کریم، سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے یہ بات کسی شبہ کے بغیر ثابت ہے کہ زنا کی حد جس طرح رضا مندی کی صورت میں لازم ہے، اسی طرح زنا بالجبر کی صورت میں بھی لازم ہے اور یہ کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ قرآن وسنت نے زنا کی جو حد (شرعی سزا) مقرر کی ہے، وہ صرف رضا مندی کی صورت میں لاگو ہوتی ہے، جبر کی صورت میں اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ پھر کس وجہ سے زنا بالجبر کی شرعی سزا کو ختم کرنے پر اتنا اصرار کیا گیا ہے؟ اس کی وجہ دراصل ایک انتہائی غیر منصفانہ پروپیگنڈا ہے جو حدود آرڈیننس کے نفاذ کے وقت سے بعض حلقے کرتے چلے

آ رہے ہیں۔ پروپیگنڈا یہ ہے کہ حدود آرڈیننس کے تحت اگر کوئی مظلوم عورت کسی مرد کے خلاف زنا بالجبر کا مقدمہ درج کرائے تو اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ زنا بالجبر پر چار گواہ پیش کرے اور جب وہ چار گواہ پیش نہیں کرسکتی تو الٹا اسی کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جو عرصہ دراز سے بے تکان دہرائی جارہی ہے اور اس شدت کے ساتھ دہرائی جارہی ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اسے سچ سمجھنے لگے ہیں اور یہی وہ بات ہے جسے صدر مملکت نے بھی اپنی نشری تقریر میں اس بل کی واحد وجہ جواز کے طور پر پیش کیا ہے۔

جب کوئی بات پروپیگنڈے کے زور پر گلی گلی اتنی مشہور کردی جائے کہ وہ بچہ بچہ کی زبان پر ہو تو اس کے خلاف کوئی بات کہنے والا عام نظروں میں دیوانہ معلوم ہوتا ہے لیکن جو حضرات انصاف کے ساتھ مسائل کا جائزلینا چاہتے ہیں، میں انھیں دل سوزی کے ساتھ دعوت دیتا ہوں کہ وہ براہ کرم پروپیگنڈے سے ہٹ کر میری آئندہ معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

واقعہ یہ ہے کہ میں خود پہلے وفاقی شریعت عدالت کے جج کی حیثیت سے اور پھر سترہ سال تک سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ کے رکن کی حیثیت سے حدود آرڈیننس کے تحت درج ہونے والے مقدمات کی براہ راست سماعت کرتا رہا ہوں۔ اتنے طویل عرصے میں میرے علم میں کوئی ایک مقدمہ بھی ایسا نہیں آیا جس میں زنا بالجبر کی کسی مظلومہ کو اس بنا پر سزا دی گئی ہو کہ وہ چار گواہ پیش نہیں کرسکی اور حدود آرڈیننس کے تحت ایسا ہونا ممکن بھی نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود آرڈیننس کے تحت چار گواہوں یا ملزم کے اقرار کی شرط صرف زنا بالجبر موجب حد کیلئے تھی، لیکن اسی کے ساتھ دفعہ ۱۰(۳) زنا بالجبر موجب تعزیر کیلئے رکھی گئی تھی جس میں چار گواہوں کی شرط نہیں تھی بلکہ اس میں جرم کا ثبوت کسی ایک گواہ، طبی معائنے اور کیمیاوی تجزیہ کار کی رپورٹ سے بھی ہوجاتا تھا۔ چنانچہ زنا بالجبر کے بیشتر مجرم اسی دفعہ کے تحت ہمیشہ سزایاب ہوتے رہے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو مظلومہ چار گواہ نہیں لاسکی، اگر اسے کبھی سزا دی گئی ہو تو حدود آرڈیننس کی کون سی دفعہ کے تحت دی گئی ہوگی؟ اگر یہ کہا جائے کہ اسے قذف (یعنی زنا کی جھوٹی تہمت لگانے) پر سزا دی گئی تو قذف آرڈیننس کی دفعہ (۳) استثناء نمبر (۲) میں صاف صاف یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ جو شخص قانونی اتھارٹیز کے پاس زنا بالجبر کی شکایت لے کر جائے اسے صرف اس بنا پر قذف میں سزا نہیں دی جاسکتی کہ وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکا / کرسکی۔ کوئی عدالت ہوش وحواس میں رہتے ہوئے ایسی عورت کو سزا دے ہی نہیں سکتی، دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اسی عورت کو رضامندی سے زنا کرنے کی سزا دی جائے۔ لیکن اگر کسی عدالت نے ایسا کیا ہو تو اس کی یہ وجہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خاتون چار گواہ نہیں لاسکی بلکہ واحد ممکن وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ عدالت شہادتوں کا جائزہ لینے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ عورت کا جبر کا دعویٰ جھوٹا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی عورت کسی مرد پر یہ الزام عائد کرے کہ اس نے زبردستی اس کے ساتھ زنا کیا ہے اور بعد میں شہادتوں سے ثابت ہو کہ اس کا جبر کا دعویٰ جھوٹا ہے اور وہ رضامندی کے ساتھ اس عمل میں شریک ہوئے تو اسے سزایاب کرنا انصاف کے کسی تقاضے کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن چونکہ عورت کو یقینی طور پر جھوٹا قرار دینے کیلئے کافی ثبوت عموماً موجود نہیں ہوتا، اس لئے ایسی مثالیں بھی اِکا دُکا

ہیں، ورنہ (۹۹) فیصد مقدمات میں یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ عدالت کو اس بات پر اطمینان نہیں ہوتا کہ مرد کی طرف سے جبر ہوا ہے لیکن چونکہ عورت کی رضامندی کا کافی ثبوت بھی موجود نہیں ہوتا، اس لئے ایسی صورت میں بھی عورت کو شک کا فائدہ دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ حدود آرڈیننس کے تحت پچھلے ۲۷ سال میں جو مقدمات ہوئے ہیں، ان کا جائزہ لے کر اس بات کی تصدیق آسانی سے کی جاسکتی ہے۔

میرے علاوہ جن جج صاحبان نے یہ مقدمات سنے ہیں، ان سب کا تأثر بھی میں نے ہمیشہ یہی پایا کہ اس قسم کے مقدمات میں جہاں عورت کا کردار مشکوک ہو، تب بھی عورتوں کو سزا نہیں ہوتی، صرف مرد کو سزا ہوتی ہے۔

چونکہ حدود آرڈیننس کے نفاذ کے وقت ہی سے یہ شور بکثرت مچتا رہا ہے کہ اس کے ذریعے بے گناہ عورتوں کو سزا ہورہی ہے، اس لئے ایک امریکی اسکالر چارلس کینیڈی یہ شورسن کر ان مقدمات کا سروے کرنے کیلئے پاکستان آیا، اس نے حدود آرڈیننس کے مقدمات کا جائزہ لے کر اعداد و شمار جمع کیے اور اپنی تحقیق کے نتائج ایک رپورٹ میں پیش کیے جو شائع ہوچکی ہے۔ اس رپورٹ کے نتائج بھی مذکورہ بالا حقائق کے عین مطابق ہیں۔ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

"Women fearing conviction under section 10(2) frequently bring charges of repe under 10(3) against their alleged partners. The FSC finding no circumstantial evidence to support the latter charge, convict the male accused under section 10(2) ...... the women is exonerated of any wrong doing due to reasonable doubt` tule." (Charles Cannedy: the status of women in pakistan in aslamization of laws p.74)

''جن عورتوں کو دفعہ ۱۰ (۲) کے تحت (زنا بالرضا کے جرم میں) سزایاب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، وہ اپنے مبینہ شریک جرم کے خلاف دفعہ ۱۰ (۳) کے تحت (زنا بالجبر کا) الزام لے کر آجاتی ہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ کو چونکہ کوئی ایسی قرائنی شہادت نہیں ملتی جو زنا بالجبر کے الزام کو ثابت کرسکے، اس لیے وہ مرد ملزم کو دفعہ ۱۰ (۲) کے تحت (زنا بالرضا) کی سزا دے دیتا ہے اور عورت ''شک کے فائدے'' والے قاعدے کی بناپر اپنی ہر غلط کاری کی سزا سے چھوٹ جاتی ہے۔''

یہ ایک غیر جانبدار غیر مسلم اسکالر کا مشاہدہ ہے جسے حدود آرڈیننس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور ان عورتوں سے متعلق ہے جنھوں نے بظاہر حالات رضامندی سے غلط کاری کا ارتکاب کیا اور گھروالوں کے دباؤ میں آکر اپنے آشنا کے خلاف زنا بالجبر کا مقدمہ درج کرایا، ان سے چار گواہوں کا نہیں، قرائنی شہادت کا مطالبہ کیا گیا اور وہ قرائنی شہادت بھی ایسی پیش نہ کرسکیں جس سے جبر کا عنصر ثابت ہوسکے۔ اس کے باوجود سزا صرف مرد کو ہوئی اور شک کے فائدے کی وجہ سے اس صورت میں بھی ان کو کوئی سزا نہیں ہوئی۔

لہٰذا واقعہ یہ ہے کہ حدود آرڈیننس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی رو سے زنا بالجبر کا شکار ہونے والی عورت کو چار گواہ پیش نہ کرنے کی بنا پر الٹا سزا یاب کیا جاسکے۔

البتہ یہ ممکن ہے اور شاید چند واقعات میں ایسا ہوا بھی ہو کہ مقدمے کے عدالت تک پہنچنے سے پہلے تفتیش کے مرحلے میں پولیس نے قانون کے خلاف کسی عورت کے ساتھ یہ زیادتی کی ہو کہ وہ زنا بالجبر کی شکایت لے کر آئی لیکن انھوں نے اسے زنا بالرضا میں گرفتار کرلیا لیکن اس زیادتی کا حدود آرڈیننس کی کسی خامی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس قسم کی زیادتیاں ہمارے ملک کی پولیس ہر قانون کی تنفیذ میں کرتی رہتی ہے، اس کی وجہ سے قانون کو نہیں بدلا جاتا، ہیروئن رکھنا قانوناً جرم ہے، مگر پولیس کتنے بے گناہوں کے سر ہیروئن ڈال کر انھیں تنگ کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہیروئن کی ممانعت کا قانون ہی ختم کر دیا جائے۔ زنا بالجبر کی مظلوم عورتوں کے ساتھ اگر پولیس نے بعض صورتوں میں ایسی زیادتی کی بھی ہے تو فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلوں کے ذریعے اس کا راستہ بند کیا ہے اور اگر بالفرض اب بھی ایسا کوئی خطرہ موجود ہو تو ایسا قانون بنایا جاسکتا ہے جس کی رو سے یہ طے کر دیا جائے کہ زنا بالجبر کی مستغیثہ کو مقدمے کا آخری فیصلہ ہونے تک حدود آرڈیننس کی کسی بھی دفعہ کے تحت گرفتار نہیں کیا جاسکتا اور جو شخص ایسی مظلومہ کو گرفتار کرے، اسے قرار واقعی سزا دینے کا قانون بھی بنایا جاسکتا ہے لیکن اس کی بنا پر ''زنا بالجبر'' کی حد شرعی کو ختم کر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

لہٰذا زیر نظر بل میں زنا بالجبر کی حد شرعی کو جس طرح بالکلیہ ختم کر دیا گیا ہے، وہ قرآن وسنت کے واضح طور پر خلاف ہے اور اس کا خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

<u>فحاشی:</u> زیر نظر بل کی دوسری اہم بات ان دفعات سے متعلق ہے جو فحاشی کے عنوان سے بل میں شامل کی گئی ہیں۔ حدود آرڈیننس میں احکام یہ تھے کہ اگر زنا پر شرعی اصول کے مطابق چار گواہ موجود ہوں تو آرڈیننس کی دفعہ ۵ کے تحت مجرم پر زنا کی حد (شرعی سزا) جاری ہوگی اور اگر چار گواہ نہ ہوں مگر فی الجملہ جرم ثابت ہو تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ اب اس بل میں حدود آرڈیننس کی دفعہ ۵ کے تحت زنا بالرضا کی حد شرعی تو باقی رکھی گئی ہے جس کیلئے چار گواہ شرط ہیں لیکن بل کی دفعہ ۸ کے ذریعے اسے ناقابل دست اندازی پولیس قرار دے کر یہ ضروری قرار دے دیا گیا ہے کہ کوئی شخص چار گواہوں کو ساتھ لے کر عدالت میں شکایت درج کرائے۔ پولیس میں اس کی ایف آئی آر درج نہیں کی جاسکتی اور اس طرح زنا قابل حد ثابت کرنے کے طریق کار کو مزید دشوار بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح چار گواہوں کی غیر موجودگی میں زنا کی جو تعزیری سزا حدود آرڈیننس میں تھی اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی گئی ہیں:

۱۔ حدود آرڈیننس میں اس جرم کو ''زنا موجب تعزیر'' کہا گیا تھا۔ اب زیر نظر بل میں اس کا نام بدل کر ''فحاشی'' کر دیا گیا ہے۔ یہ تبدیلی بالکل درست اور قابل خیر مقدم ہے کیونکہ قرآن وسنت کی رو سے چار گواہوں کی غیر موجودگی میں کسی کے جرم کو زنا قرار دینا مشکل تھا، البتہ اسے ''زنا'' سے کم تر کوئی نام دینا چاہئے تھا۔ حدود آرڈیننس میں یہ کمزوری پائی جاتی تھی جسے دور کرنے کی سفارش علماء کمیٹی نے بھی کی تھی۔

۲۔ حدود آرڈیننس میں اس جرم کی سزا دس سال تک ہوسکتی تھی، بل میں اسے گھٹا کر پانچ سال تک کر دیا

گیا ہے، بہر حال! چونکہ یہ تعزیر ہے، اس لئے اس تبدیلی کو بھی قرآن وسنت کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

۳۔ حدود آرڈیننس کے تحت ''زنا'' ایک قابل دست اندازی پولیس جرم تھا۔ زیر نظر بل میں اسے نا قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس جرم کی ایف آئی آر تھانے میں درج نہیں کرائی جا سکتی بلکہ اس کی شکایت عدالت میں کرنی ہوگی اور شکایت کے وقت دو عینی گواہ ساتھ لے جانے ہوں گے جن کا بیان حلفی عدالت فوراً قلم بند کرے گی، اس کے بعد اگر عدالت کو یہ اندازہ ہو کہ مزید کارروائی کیلئے کافی وجہ موجود ہے تو وہ ملزم کو سمن جاری کرے گی اور آئندہ کارروائی میں ملزم کی حاضری یقینی بنانے کیلئے ذاتی مچلکہ کے سوا کوئی ضمانت طلب نہیں کرے گی اور اگر اندازہ ہو کہ کارروائی کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے تو مقدمہ اسی وقت خارج کر دے گی۔

اس طرح ''فحاشی'' کے جرم کو ثابت کرنا اتنا دشوار بنا دیا گیا ہے کہ اس کے تحت کسی کو سزا ہونا عملاً بہت مشکل ہے۔

اول تو اسلامی احکام کے تحت زنا اور فحاشی کا جرم معاشرے اور اسٹیٹ کے خلاف جرم ہے، محض کسی فرد کے خلاف نہیں، اس لئے اسے قابل دست اندازی پولیس ہونا چاہئے۔ بلاشبہ اس جرم کو قابل دست اندازی پولیس قرار دیتے وقت یہ پہلو ضرور مدنظر رہنا چاہئے کہ ہمارے معاشرے میں پولیس کا جو کردار رہا ہے، اس میں وہ بے گناہ جوڑوں کو جا و بیجا ہراساں نہ کرے۔ اس بارے میں فیڈرل شریعت کورٹ کے متعدد فیصلے موجود ہیں جن کے بعد یہ خطرہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا اور ستائیس سال تک یہ جرم قابل دست اندازی پولیس رہا ہے اور اس دوران اس جرم کی بنا پر لوگوں کو ہراساں کرنے کے واقعات بہت ہی کم ہوئے ہیں۔ لیکن اس خطرے کا مزید سد باب کرنے کیلئے یہ کیا جا سکتا تھا کہ جرم کی تفتیش ایس پی کے درجے کا کوئی پولیس آفیسر کرے اور عدالت کے حکم کے بغیر کسی کو گرفتار نہ کیا جائے۔ ان اقدامات سے یہ رہا سہا خطرہ ختم ہو سکتا تھا۔

دوسرے شکایت کرنے والے پر یہ ذمہ داری عائد کرنا کہ وہ فوراً حد کی صورت میں چار اور فحاشی کی صورت میں دو عینی گواہ لے کر آئے، ہمارے فوج داری قانون کے نظام میں بالکل نرالی مثال ہے۔ ہمارے پورے نظام شہادت میں حدود کے سوا کسی بھی مقدمے یا جرم کے ثبوت کیلئے گواہوں کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ بلکہ کسی چشم دید گواہ کے بغیر صرف قرائنی شہادت پر بھی فیصلے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر جرم میں طبی معائنے اور کیمیاوی تجزیہ کی رپورٹیں شہادت کا بہت اہم حصہ ہوتی ہیں، شرعاً تعزیر کسی ایک قابل اعتماد گواہ پر بھی جاری کی جا سکتی ہے اور قرائنی شہادت پر بھی۔ لہٰذا تعزیر کے معاملے میں عین شکایت درج کراتے وقت دو گواہوں کی شرط لگانا فحاشی کے مجرموں کو غیر ضروری تحفظ فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح ایسے ملزم کیلئے یہ لازم کر دینا کہ اس سے ذاتی مچلکے کے سوا کوئی اور ضمانت طلب نہیں کی جا سکے گی، عدالت کے ہاتھ باندھنے کے مترادف ہے، مقدمے کے حالات مختلف ہوتے ہیں اور اسی لئے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۹۶ کے تحت عدالت کو پہلے ہی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ حالات مقدمہ کے تحت اگر چاہے تو صرف ذاتی مچلکے پر ملزم کو رہا کر دے اور اگر چاہے تو اس سے دوسروں کی ضمانت بھی طلب کرے۔ ہلکے سے ہلکے جرم میں بھی عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے، لیکن ''فحاشی''

جیسے جرم پر عدالت سے یہ اختیار سلب کر لینا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر مقدمے کی کافی وجہ موجود نہ ہو تو عدالت مقدمہ خارج کر دے گی، سو عدالت کو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۰۳ کے تحت پہلے ہی یہ اختیار حاصل ہے۔ اسے اس بل کا دوبارہ حصہ بنانے کا مقصد غیر واضح ہے۔

۴۔ حدود آرڈیننس کے تحت اگر کسی شخص کے خلاف زنا موجب حد کا الزام ہو اور مقدمے میں حد کی شرائط پوری نہ ہوں، لیکن فی الجملہ جرم ثابت ہو جائے تو اسے دفعہ ۱۰ (۳) کے تحت تعزیری سزا دی جاسکتی تھی۔ لیکن زیرِ نظر بل کی رو سے ضابطہ فوجداری میں دفعہ ۲۰۳ سی کا جو اضافہ کیا گیا ہے، اس کی شق نمبر ۶ میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو زنا موجب حد کے الزام سے بری ہو گیا ہو، اس کے خلاف فحاشی کا کوئی مقدمہ درج نہیں کرایا جاسکتا۔

اب یہ بات ظاہر ہے کہ زنا موجب حد کیلئے جو سخت ترین شرائط ہیں وہ بعض اوقات محض فنی وجوہ سے پوری نہیں ہوتیں، ایسی صورت میں جبکہ مضبوط شہادتوں سے فحاشی کا جرم ثابت ہو تو اس پر نہ صرف یہ کہ زنا کا مقدمہ سننے والی عدالت کوئی سزا جاری نہیں کر سکتی، بلکہ اس کے خلاف فحاشی کی کوئی نئی شکایت بھی درج نہیں کی جاسکتی۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسے شخص کے خلاف فحاشی کا مقدمہ دائر کرنے پر کلی پابندی عائد کر دینا فحاشی کو تحفظ دینے کے سوا اور کیا ہے؟

اسی طرح مجوزہ بل کی دفع ۱۱۲ اے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر زنا بالجبر (موجب تعزیر یعنی ریپ) کا الزام ہو، تو اس کے مقدمے کو کسی بھی مرحلے پر فحاشی کی شکایت میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

اس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے خلاف عورت نے زنا بالجبر کا الزام عائد کیا ہو اور جبر کے ثبوت میں کوئی شک رہ جائے تو ملزم بری ہو جائے گا اور اس کے خلاف فحاشی کی دفعہ کے تحت بھی کوئی کاروائی نہیں کی جاسکے گی۔

جس زمانے میں زنا بالرضا کوئی جرم نہیں تھا، اس زمانے میں زنا بالجبر کے ملزمان اپنے دفاع میں یہ موقف اختیار کرتے تھے کہ زنا بے شک ہوا ہے، لیکن عورت کی رضا مندی سے ہوا ہے، چنانچہ اگر عورت کی رضامندی کا عدالت کو شبہ بھی ہو جاتا تو وہ ملزم کو بری کر دیتی تھی۔ حدود آرڈیننس میں زنا بالجبر کے ملزم کیلئے اپنے دفاع میں یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہی تھی، کیونکہ عورت کی رضامندی کے باوجود زنا جرم تھا اور جو عدالت زنا بالجبر کے مقدمے کی سماعت کر رہی ہے، وہی اس کو زنا موجب تعزیر کے تحت سزا دے سکتی تھی۔ لیکن اس نئی ترمیم کے بعد تقریباً وہی صورت لوٹ آئی ہے کہ اگر ملزم دھڑلے سے یہ کہے کہ میں نے عورت کی مرضی سے زنا کیا تھا اور عورت کی مرضی کا کوئی شبہ پیدا کر دے تو کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ وہ عدالت جو اس کا یہ اعتراف سن رہی ہے، وہ تو اس لئے اس کے خلاف کاروائی نہیں کر سکتی کہ مذکورہ بالا دفعہ نے اس کا یہ اختیار سلب کر لیا ہے کہ وہ زنا بالجبر کے مقدمے کو کسی وقت فحاشی کی شکایت میں تبدیل کرے اور اگر اس کے خلاف از سرِ نو فحاشی کا مقدمہ دائر کیا جائے تو اس امکان کے بارے میں دفعہ کے الفاظ مجمل ہیں، لیکن اگر کوئی اور وجہ بھی موجود نہ ہو تو دائر نہ کر سکنے کی یہ وجہ بھی کافی ہے کہ اس کیلئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ کوئی شخص دو عینی گواہوں کے ساتھ جا کر عدالت میں استغاثہ دائر

کرے اور یہاں دو عینی گواہ موجود نہیں ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص جرم سے بالکلیہ بری ہو جائے گا اور اس کے خلاف کسی بھی عدالت میں کوئی نئی کارروائی بھی نہیں ہو سکے گی۔

سوال یہ ہے کہ جس فحاشی کو جرم قرار دیا گیا ہے وہ واقعۃً کوئی جرم ہے یا نہیں؟ اگر جرم ہے تو اس کو تحفظ دینے اور مجرم کو اس کی سزا سے بچاؤ کرنے کیلئے یہ دنیا سے نرالے قواعد کیوں وضع کئے جا رہے ہیں؟

حدود آرڈیننس میں کچھ مزید ترمیمات:

زیر نظر بل کے ذریعے حدود آرڈیننس میں کچھ اور ترمیمات بھی کی گئی ہیں، مثلاً:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب کسی شخص کے خلاف عدالتی کاروائی کے نتیجے میں حد کا فیصلہ ہو جائے تو اس کی سزا کو معاف یا کم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ حدود آرڈیننس کی دفعہ ۲۰ شق ۵ میں کہا گیا تھا کہ ضابطہ فوجداری کے باب ۱۹ میں صوبائی حکومت کو سزا معطل کرنے، اس میں تخفیف کرنے یا تبدیلی کرنے کا جو اختیار دیا گیا ہے، وہ حد کی سزا پر اطلاق پذیر نہیں ہوگا۔ زیر نظر بل کے ذریعے حدود آرڈیننس میں ایک اور اہم اور سنگین تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ حدود آرڈیننس کی اس دفعہ ۲ شق ۵ کو ختم کر دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عدالت کسی کو حد کی سزا دے دے تو حکومت کو ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس سزا میں تبدیلی یا تخفیف کر سکے۔

یہ ترمیم قرآن و سنت کے واضح ارشادات کے خلاف ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ ''جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ پھر بھی اس معاملے میں ان کا کوئی اختیار باقی رہے۔'' [الأحزاب: ۳۶]

اور آنحضرت ﷺ کا وہ واقعہ مشہور معروف ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک ایسی عورت کے حق میں سفارش کرنے پر جس پر حد کا فیصلہ ہو چکا تھا اپنے محبوب صحابی حضرت اسامہؓ کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ محمد ﷺ کی بیٹی بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ [صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب:۱۲، حدیث:۶۷۸۸]

اس بنا پر پوری امت کا اجماع ہے کہ حد کو معاف کرنے اور اس میں تخفیف کا کسی بھی حکومت کو اختیار نہیں ہے۔

لہٰذا بل کا یہ حصہ بھی صراحۃً قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

۲۔ حدود آرڈیننس کی دفعہ ۳ میں کہا گیا تھا کہ اس آرڈیننس کے احکام دوسرے قوانین پر بالا رہیں گے، یعنی اگر کسی دوسرے قانون اور حدود آرڈیننس میں کہیں کوئی تضاد ہو تو حدود آرڈیننس کے احکام قابل پابندی ہوں گے۔ زیر نظر بل میں اس دفعہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔

یہ وہ دفعہ ہے جس سے نہ صرف بہت سی قانونی پیچیدگیاں دور کرنا مقصود تھا، بلکہ ماضی میں بہت سی ستم رسیدہ خواتین کی مظلومیت کا سد باب اسی دفعہ کے ذریعے ہوا تھا۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عائلی قوانین کے تحت اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ طلاق اس

وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک اس کا نوٹس یونین کونسل کے چیئرمین کو نہ بھیجا جائے۔ اگرچہ شرعی اعتبار سے طلاق کے بعد عدت گزار کر عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، لیکن عائلی قوانین کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک یونین کونسل کو طلاق کا نوٹس نہ جائے قانوناً وہ طلاق دینے والے شوہر کی بیوی ہے اور اسے کہیں اور نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ اب ایسے بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ شوہر نے طلاق کا نوٹس یونین کونسل میں نہیں بھیجا اور عورت نے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر عدت کے بعد دوسری شادی کر لی۔ اب اس ظالم شوہر نے عورت کے خلاف زنا کا دعویٰ کر دیا، کیونکہ عائلی قوانین کی رو سے وہ ابھی تک اسی کی بیوی تھی۔ جب اس قسم کے بعض مقدمات آئے تو سپریم کورٹ کی شریعت بنچ نے حدود آرڈیننس کی دوسرے امور کے علاوہ اس دفعہ ۳ کی بنیاد پر ان خواتین کو رہائی دلوائی، اور یہ کہا کہ آرڈیننس چونکہ شریعت کے مطابق بنایا گیا ہے اور شریعت میں اس عورت کا دوسرا نکاح جائز ہے، اس لئے اس کے نکاح کے بارے میں عائلی قانون کا اطلاق نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ قانون دوسرے تمام قوانین پر بالا ہے۔

اب اس دفعہ کو ختم کرنے کے بعد اور بالخصوص آرڈیننس میں نکاح کی جو تعریف تھی، اسے بھی بل کے ذریعے ختم کر دینے کے بعد ایک مرتبہ پھر خواتین کیلئے یہ دشواری پیدا ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

علماء کمیٹی میں ہم نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا اور بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا تھا کہ اس کی جگہ مندرجہ ذیل دفعہ لکھی جائے گی:

"In the interpretation and application of this Ordinance the intunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and sunnah shall have effect, notwithstanding any thing contained in any other law for the time being in force."

یعنی ''اس آرڈیننس کی تشریح اور اطلاق میں اسلام کے وہ احکام جو قرآن کریم اور سنت نے متعین فرمائے ہیں بہرصورت مؤثر ہوں گے چاہے رائج الوقت کسی قانون میں کچھ بھی درج ہو۔''

لیکن اب جو بل قومی اسمبلی سے منظور کرایا گیا ہے، اس میں سے یہ دفعہ بھی غائب ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سے مسائل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ قذف آرڈیننس کی دفعہ ۱۴ میں قرآن کریم کے بیان کیے ہوئے لعان کا طریقہ درج ہے، یعنی اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کر سکے تو عورت کے مطالبے پر اسے لعان کی کاروائی میں قسمیں کھانی ہوں گی اور میاں بیوی کی قسموں کے بعد ان کے درمیان نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ قذف آرڈیننس میں کہا گیا ہے کہ اگر شوہر لعان کی کاروائی سے انکار کرے تو اسے اس وقت تک حراست میں رکھا جائے گا، جب تک وہ لعان پر آمادہ نہ ہو، زیر نظر بل میں یہ حصہ حذف کر دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر لعان پر آمادہ نہ ہو تو عورت بے بسی سے لٹکی رہے گی۔ نہ اپنی بے گناہی لعان کے ذریعے ثابت کر سکے گی، اور نہ نکاح فسخ کرا سکے گی۔

نیز قذف آرڈیننس میں کہا گیا ہے کہ اگر لعان کی کاروائی کے دوران عورت زنا کا اعتراف کر لے تو اس

پر زنا کی سزا جاری ہوگی۔ زیر نظر بل میں یہ حصہ بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اعتراف کر لینے کے بعد سزائے زنا کے جاری نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں، جبکہ لعان کی کاروائی عورت کے مطالبے پر ہی شروع ہوتی ہے اور اسے اعتراف کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا۔

لہٰذا بل کا یہ حصہ بھی قرآن وسنت کے احکام کے خلاف ہے۔

۴۔ زنا آرڈیننس کی دفعہ ۲۰ میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر عدالت کو شہادتوں سے یہ بات ثابت ہو کہ ملزم نے کسی ایسے عمل کا ارتکاب کیا ہے جو حدود آرڈیننس کے علاوہ کسی اور قانون کے تحت جرم ہے، تو اگر وہ جرم عدالت کے دائرہ اختیار میں ہو تو وہ ملزم کو اس جرم کی سزا دے سکتی ہے۔

یہ دفعہ عدالتی کاروائیوں میں پیچیدگی ختم کرنے کیلئے تھی، لیکن زیر نظر بل میں عدالت کے اس اختیار کو بھی ختم کر دیا گیا ہے۔

زیر نظر بل میں صورت حال یہ ہے کہ زنا سے ملتے جلتے تمام تعزیری جرائم کو حدود آرڈیننس سے نکال کر تعزیرات پاکستان میں منتقل کر دیا گیا ہے اور حدود آرڈیننس میں صرف زنا بالرضا موجب حد کا جرم باقی رہ گیا ہے۔ لہٰذا اس ترمیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی مرد پر زنا موجب حد کا الزام ہو، لیکن شہادتوں کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ مرد نے عورت پر زبردستی کی تھی، یا زنا ثابت نہ ہو، لیکن عورت کو اغوا کرنا ثابت ہو جائے تو عدالت ملزم کو نہ ریپ کی سزا دے سکے گی، نہ اغوا کرنے کی اور عدالت یہ جانتے بوجھتے اسے چھوڑ دے گی کہ اس نے عورت کو اغوا کیا تھا اور اس پر زبردستی کی تھی، اس کے بعد یا تو ملزم بالکل چھوٹ جائے گا، یا اس کیلئے از سر نو اغوا کی نالش کرنی ہوگی اور عدالتی کاروائی کا نیا چکر نئے سرے سے شروع ہوگا۔ قانون سازی بڑا نازک عمل ہے، اس کیلئے بڑے ٹھنڈے دل ودماغ اور یکسوئی اور غیر جانبداری سے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جب پروپیگنڈے کی فضا میں صرف نعروں سے متاثر اور مرعوب ہو کر قانون سازی کی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ اسی قسم کی صورت حال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، پھر عدالتیں نئے قانون کی تعبیر وتشریح کیلئے عرصہ دراز تک قانونی موشگافیوں میں الجھی رہتی ہیں۔ مقدمات ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اور مظلوموں کی دادرسی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

خلاصہ: یہ ہے کہ چند جزوی خامیوں کو چھوڑ کر جن کا مفصل ذکر پیچھے آ گیا ہے، زیر نظر بل کی اہم خرابیاں یہ ہیں:

۱۔ زیر نظر بل میں "زنا بالجبر" کی حد کو جس طرح بالکلیہ ختم کر دیا گیا ہے، وہ قرآن وسنت کے احکام کے بالکل خلاف ہے، خواتین کے ساتھ پولیس کی زیادتی کا اگر کوئی خطرہ ہو تو اس کا سدباب اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ زنا بالجبر کی مستغیثہ کو مقدمے کی کاروائی عدالت میں پوری ہونے تک حدود آرڈیننس کی کسی بھی دفعہ کے تحت گرفتار کرنے کو قابل تعزیر جرم قرار دے دیا جائے۔

۲۔ جب ایک مرتبہ زنا کی حد کا فیصلہ ہو جائے تو صوبائی حکومت کو سزا میں کسی قسم کی معافی یا تخفیف کا اختیار دینا قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہے، لہٰذا زیر نظر بل میں زنا آرڈیننس کی دفعہ ۲۰ شق ۵ کو حذف کر کے حکومت کو سزا میں

تخفیف وغیرہ کا جو اختیار دیا گیا ہے، وہ قرآن وسنت کے منافی ہے۔

۳۔ ''زنا بالرضا موجب حد'' اور ''فحاشی'' کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دے کر ان جرائم کو جو مختلف تحفظات دیے گئے ہیں، وہ ان جرائم کو عملاً ناقابل سزا بنادینے کے مترادف ہیں۔

۴۔ عدالتوں پر یہ پابندی عائد کرنا کہ شہادت کے مطابق مختلف جرائم سامنے آنے پر وہ دوسرے جرائم میں سزا نہیں دے سکتیں، مجرموں کی حوصلہ افزائی ہے، یا اس کے نتیجے میں مقدمات ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہوں گے اور عدالتی پیچیدگیاں بھی پیدا ہوں گی۔

۵۔ ''قذف'' آرڈیننس میں ترمیم کرکے مرد کو یہ چھوٹ دینا کہ وہ عورت کے مطالبے کے باوجود لعان کی کاروائی میں شرکت سے انکار کرکے عورت کو معلق چھوڑ دے، قرآن کریم کے حکم کے منافی ہے۔

۶۔ ''قذف آرڈیننس'' میں یہ ترمیم بھی قرآن وسنت کے منافی ہے کہ عورت کے ساتھ رضا کارانہ اقرار جرم کے باوجود اسے سزا نہیں دی جاسکے گی۔

ارکان پارلیمنٹ اور ارباب اقتدار سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ ان گزارشات پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے بل کی اصلاح کریں، اور قوم کو اس مخمصے سے نجات دلائیں جس میں وہ مبتلا ہوگئی ہے۔ (بشکریہ: روزنامہ جنگ لاہور)

؎ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی......

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مسلم حکومت کا دینی مدارس کی اُسناد سے سوتیلی ماں جیسا سلوک اور

بھارت کی سیکولر اور ہندو حکومت کا دینی مدارس کی اُسناد کو قبول کرنے کا فیصلہ

بھارت: سچر کمیٹی نے مدارس کی اسناد کو مقابلے کے امتحان کیلئے اہل قرار دیدیا

نئی دہلی (اے پی پی + این این آئی) بھارت میں سچر کمیٹی نے دینی مدرسوں کی ڈگریوں کو وفاع، سول اور بینکنگ کے امتحانات کیلئے اہل قرار دیا ہے۔ سات رکنی کمیٹی جسکی صدارت دہلی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس رجندر سچر کررہے ہیں اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ اس تجویز پر عمل کرنے سے مدارس کے گریجوایٹس کو ان ملازمتوں میں شامل ہونیکا موقع ملے گا۔ یہ رپورٹ جو گذشتہ روز پارلیمنٹ میں پیش کی گئی ہے کمیٹی نے اس رپورٹ میں مزید کہا ہے کہ مدارس کے گریجوایٹس کو ان کورسز میں داخلے کیلئے مواقع فراہم کئے جائیں جہاں انٹری ٹیسٹ لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کمیٹی نے کہا ہے کہ مدارس مسلم کمیونٹی کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے میں ناکام رہے ہیں رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ملک میں مسلمانوں کو امتیاز کا نشانہ بنایا جارہا ہے اور انہیں ترقی کے یکساں مواقع فراہم نہیں کئے جارہے۔ 404 صفحات پر مشتمل رپورٹ میں کئی سفارشات پیش کی گئی ہیں یہ رپورٹ بھارتی اقلیتوں کے امور کے مرکزی وزیر اے آر انتولے نے پارلیمنٹ کے ایوان زیریں لوک سبھا میں پیش کی اور کہا کہ توقع ہے کہ سچر کمیٹی کی اس رپورٹ پر آئندہ برس فروری سے عملدرآمد شروع ہوجائیگا۔ رپورٹ کے مطابق بھارت کی 543 رکنی لوک سبھا میں مسلمانوں کی تعداد صرف 33 ہے جو کہ نہایت ہی کم ہے۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 2 دسمبر 2006ء)